احمد خان، ایم اے

اندلس کے ایک متمول گھرانے کا کتب خانہ

چوتھی صدی ہجری میں اندلس کے تقریباً ہر شہر میں علماء کی اچھی خاص تعداد تھی اور ان کے شخصی کتب خانے بھی تھے مگر قرطبہ اس لحاظ سے تمام شہروں پر فضیلت رکھتا تھا کیونکہ یہاں کئی علمی گھرانے آباد تھے۔ جن کے اپنے کتب خانے برسوں سے قائم تھے۔ یہاں کے اہل علم وفضل اور متمول خاندانوں میں بنو فُطیس کا مقام سب سے اونچا ہے یہ خاندان قرطبہ کی سیاست میں بھی کافی دخیل تھا۔ یہاں تک کہ مستنصر باللہ (الحکم ثانی ابتدائے حکومت سنہ ۳۵۰) جس وقت سریر سلطنت پر بیٹھے تو ایک عام اجتماع میں اسی خاندان کے ایک فرد نے بادشاہ کے قائم مقام کی حیثیت سے تمام لوگوں سے بیعت لی،[۱] علم وفضل میں بھی اس خاندان کے لوگوں نے بہت نام پیدا کیا۔ ان میں عبدالرحمٰن بن محمد بن عیسیٰ ابن فطیس کا نام سرفہرست ہے۔ تمول و دولت کے بل پر اس خاندان نے قرطبہ میں ایک الگ محلہ "درب فطیس" کے نام سے برسوں سے آباد کر رکھا تھا۔ جس کا ہر مکان اسی خاندان کی ملکیت تھا۔ اپنی ایک خاندانی مسجد تھی۔ اس سے ملحق ایک عظیم عمارت تھی جس میں علمی پیاس بجھانے کے لیے ایک بہت عمدہ کتب خانہ قائم کر رکھا تھا۔ یہ عمارت خاص طور پر اسی مقصد کے لیے بنائی گئی تھی۔

---

[۱] المقری، نفح الطیب، طبع لنڈن ۱۸۶۰ء ج ۱ ص ۳۵۱، قصد الوزراء والوجوه ... الاعیسیٰ بن فطیس فانہ کان قائمًا یاخذ البیعة علی الناس،

یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کتب خانے کی بنیاد کب رکھی گئی تاہم اتنا واضح ہے کہ ابوالمطرف عبدالرحمٰن بن محمد کے عہد میں یہ کتب خانہ اپنی جلالت کے اعتبار سے قرطبہ کے تمام کتب خانوں سے بڑا تھا۔ اس کتب خانے کی تفصیل میں جانے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آخری مالک، جس کے عہد میں اسے چار چاند لگے ہیں کے بارے میں کچھ تھوڑی سی تفصیلات معلوم کر لی جائیں تاکہ یہ بات پوری طرح منکشف ہو سکے کہ صاحبِ کتب خانہ کس علومرتبت کا حامل تھا، کیونکہ اس سے اندازہ لگا کر کتب خانے کے بارے میں کافی حد تک صحیح رائے قائم کی جا سکے گی۔

صاحب کتب خانہ :

عبدالرحمٰن بن محمد بن عیسیٰ بن فطین بن اصبغ بن فطیس قرطبہ میں ۳۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے ابوالمطرف ان کی کنیت تھی اس زمانے کی مروجہ تعلیم کے مطابق علم و حدیث بہت جلد حاصل کر لیا۔ اس مقصد کے لیے اندلس کے مختلف شہروں میں کبار محدثین سے استفادہ کیا۔ البتہ اندلس سے باہر جانے کا ذکر نہیں ملتا۔ اندرون ملک جن علما و محدثین سے حدیث سُنی ان سے ساری روایات لکھ بھی لیں۔ علاوہ بریں ابوالمطرف ان حضرات سے بھی مستفید ہوئے جو مشرقی ممالک سے قرطبہ میں آئے تھے[1]

ان کے علم اور صلابت فی الحق کا شہرہ بہت جلد شاہ وقت تک پہنچا۔ وزراء ان سے مشورے لینے لگے۔ نتیجے کے طور پر انھیں شرطہ اور محکمہ مظالم سپرد کیا گیا۔ جسے خوش اسلوبی سے چلانے لگے[2]
علم حدیث میں بہت جلد ہی اونچے مقام پر فائز ہو گئے۔ علماء ان سے استفادہ کرنے لگے۔
ان کی علمیت کے بارے میں ابن بشکوال رقمطراز ہیں۔

کان من جہابذہ المحدثین وکبار العلماء والمسندین، حافظاللحدیث وعللہ

---

[1] ابن بشکوال: کتاب الصلۃ: طبع القاہرۃ، مکتبۃ الخانجی۔ ۱۹۵۵ء ج ۱ ص ۲۹۸۔

[2] ابوالحسن المصری علی بن عبداللہ النباحی: تاریخ قضاۃ الاندلس، ط القاہرۃ، دار الکاتب المصری ۱۹۴۸ء ص ۸۷۔ شوقی ضیف (محقق) المغرب فی حلی المغرب ج ۱ ص ۲۱۱

منسوباً الی فہمہ واتقانہ، عارفاً باسماء رجالہ ونقلتہ۔ بصیراً بالمعدّلین منہم والمجرحین، لہ عنایۃ کاملۃ بتقیید السنن والاحادیث[۱]۔

ابوالمطرف نہ صرف حدیث کے ماہر تھے بلکہ کئی اور علوم سے بہرہ ور بھی تھے۔ کتاب الصلۃ میں ہے۔

ولہ مشارکۃ فی سائر العلوم وتقدم فی معرفۃ الآثار والسیر والاخبار[۲]

احادیث کی کتابیں نہ صرف پڑھیں بلکہ انھیں جمع بھی کرتے رہے۔

حدیث کے پڑھانے کا کام انھوں نے اپنی مسجد میں کیا ہے۔ جہاں بہت سے لوگ جمع ہو جاتے انھیں یہ صاحب زبانی درس دیتے اور وہ لوگ لکھ لیا کرتے۔ ابوعلی الغسانی کی روایت سے معلوم ہوا ہے کہ ابوالمطرف حدیث لکھوا رہے ہوتے اور لوگ سامنے بیٹھے لکھ رہے ہوتے[۳]۔ علم دین میں شہرت کا یہ عالم تھا کہ اگرچہ انھوں نے مشرق کا سفر نہیں کیا۔ مگر مکہ، بغداد اور قیروان کے علماء نے بعض مسائل کی افہام و تفہیم کی غرض سے ان صاحب کے ساتھ خط و کتابت کی ہے[۴]۔

ان کی تبحر علمی کی وجہ سے ہی حکومت کی جانب سے انھیں قرطبہ کے ایک گروہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ ساتھ ہی جمعہ کی نماز اور خطبہ ان کے ذمے قرار پایا۔ کہتے ہیں یہ دونوں (قضاۃ اور خطابت) بیک وقت کسی قاضی میں جمع نہیں ہوئے یہ شرف صرف ابوالمطرف کو حاصل ہے۔ یہ خدمت ان کے ذمے ابوالمظفر عبدالملک بن ابی عامر کے قرطبہ میں گورنری کے ایام میں ۲۶ ذی الحجہ ۳۹۴ ہجری کو سپرد ہوئی ان تمام کاموں میں سب سے بڑھ کر جس سرکاری خدمت کو یہ صاحب سرانجام دے رہے تھے۔ وہ وزارت علیا میں شرطہ اور مظالم کے فرائض تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

یہ صاحب اگرچہ طبیعت کے اعتبار سے کافی سخت تھے اور حکومت کے انتظامی امور میں کافی مدد و معاون ہو سکتے تھے مگر بنیادی طور پر تھے علمی شخصیت اسی لیے تھوڑے ہی عرصے کے بعد سب سیاسی جھنجھٹوں سے ہاتھ جھاڑ کر علمی و دینی کاموں کے ہو رہے[۵]۔ درس و تدریس

---

[۱] ابن بشکوال: کتاب الصلۃ ج ۱ ص ۲۹۸۔ [۲] ایضاً [۳] ایضاً۔ [۴] ایضاً۔ [۵] ابوالحسن علی بن عبداللہ النباہی تاریخ قضاۃ الاندلس ص ۸۷۔

اور جمعہ کا خطبہ دیتے رہے ۔ بالآخر یہ عظیم محدث اور محب کتب بربروں کے قرطبہ میں داخلہ کے وقت نصف ذی قعدہ ۴۰۲ ہجری میں انتقال کر گئے اور اپنی مسجد کے قریب خاندانی قبرستان میں اسی روز دفن ہوئے ان کی نمازِ جنازہ ان کے بیٹے ابو عبداللہ نے پڑھائی تھی ۔

انھوں نے علوم القرآن، علومِ حدیث اور تاریخ میں کافی تصانیف چھوڑی ہیں۔ جن کی فہرست طوالت کے خوف سے یہاں نہیں دی جارہی انھیں آپ ان کے سوانح نگاروں کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں[۱]۔

کتب خانہ :

جس زمانہ میں عبدالرحمن ابن فطیس نے آنکھیں کھولیں اس وقت قرطبہ کی گلی گلی میں کتب خانے قائم تھے لوگ خاندانی شکوہ اور علمی فضیلت کے اظہار کی خاطر بھی کتب خانے قائم کرتے تھے۔

ان کا کتب خانہ اگرچہ آباؤ اجداد سے چلا آرہا تھا مگر وہ اس قدر توجہ کا مرکز نہ بن سکا۔ جس قدر کہ ابو المطرف کی زندگی میں ان صاحب کی علمی فضیلت اور تمول کی بدولت بن گیا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے یہ صاحب کئی علوم سے بہرہ ور تھے ۔ ان کی شہرت تقریباً تمام مسلم ممالک میں پھیل چکی تھی ۔ کافی مال و دولت کے مالک تھے ۔ طبیعت بچپن ہی سے تصنیف و تالیف کی طرف مائل تھی عام اصول و دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم کی تحصیل کے دوران ہی انھوں نے احادیث کی بہت سی کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کر لی تھیں۔ علاوہ بریں ساری عمر حدیث لکھ کر اس سے علمی خدمت سر انجام دیتے رہے[۲]

---

[۱] ابو الحسن علی بن عبداللہ النباہی نے لکھا ہے کہ جب ان صاحب کو قضا اور جمعہ کی نماز کا کام سونپا گیا تو باوصاف ہونے کے باوجود یہ صاحب اس عمل پر قائم نہ رہ سکے ۔ اور استقلال و استقامت کا مظاہرہ نہ کر سکے ۔ اس لیے کہ جس شخص کی جگہ انھیں مقرر کیا گیا تھا وہ (ابن ذکوان) صاحب ان سے کہیں زیادہ اچھے تھے ۔ اسی لیے لوگوں کو کافی افسوس ہوا ، چنانچہ نو ماہ دو دن کے بعد انھیں معزول کر دیا گیا ۔ دیکھئے : ابو الحسن علی بن عبداللہ النباہی : تاریخ قضاۃ الاندلس ۔ طبع القاہرۃ ۔ دار الکاتب المصری ۱۹۴۸ء ص ۸۶ ۔ ابن بشکوال ، کتاب الصلۃ ج ۱ ص ۲۹۹ ۔ ۔ ۔ ۔ خیر الدین الزرکلی : الاعلام طبع ثانی ج ۴ ص ۱۰۱ ۔ [۲] ابن بشکوال : کتاب الصلۃ ج ۱ ص ۳۰۰ ۔

اللہ نے انھیں خط کی عمدگی ودیعت کی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ کتاب کو باقاعدہ صحیح ترین شکل میں لکھنے کے عادی تھے۔ ابن بشکوال نے اس امر کی شہادت دی ہے کہ: کان حسن الخط وجید الضبط[۱] کتابیں نقل کرنے اور ان کی تعداد میں کئی چند اضافہ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اگرچہ حدیث کی تعلیم زبانی دیتے مگر طلباء وعلماء کو حکم دیتے کہ لکھ لیا کریں۔ چنانچہ ابن بشکوال نے لکھا ہے۔

وکان علی الحدیث من حفظہ فی سجدہ وستمل بین یدیہ علی مایفعلہ کبار المحدثین بالمشرق والناس یکتبون عنہ۔[۲]

اگرچہ یہ صاحب مشرقی ممالک میں نہیں گئے مگر انھوں نے حدیث مشرق کا طرز درس وتدریس اختیار کر رکھا تھا کیونکہ اس انداز میں حدیث کی اشاعت کو بہتر خیال کرتے تھے۔ اس طریقے کے مطابق طالبان حدیث قلم دوات کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوتے اور شیخ الحدیث کے تمام لیکچر لیا کرتے۔ اتنے بڑے علمی کام کی سرانجام دہی میں جو چیز ابن فطیس کو امداد پہنچا رہی تھی وہ ان کا کتب خانہ تھا جو ان کی اپنی نقل کردہ اور دیگر حضرات سے خریدی ہوئی اور لکھوائی ہوئی کتابوں کا بہت بڑا مجموعہ تھا۔

کتب خانے کی عمارت

درب بنی فطیس کا محلہ قرطبہ کے اہم محلوں میں سے ایک تھا جس میں یہ علمی اور سیاسی خاندان برسوں سے رہائش پذیر تھا یہاں انھوں نے محلے کی تمام ضروریات مہیا کر رکھی تھیں جن مساجد حمام اور دیگر عوامی حوائج کی چیزیں میسر تھیں۔ یہیں اس خاندان کے بڑے لوگوں کی ایک کافی وسیع عمارت تھی جس کے قریب ہی ایک مسجد تھی اسی مسجد سے متصل ان کے کتب خانے کی عمارت تھی۔ یہ عمارت خاص طور پر اسی کتب خانے کے لیے بنوائی گئی تھی۔ اس کی تعمیر میں یہ بات مدنظر رکھی گئی کہ ایک خاص جگہ سے کتب خانے کی ساری کتابیں بیک وقت سامنے نظر آسکیں[۳]۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک

[۱] ابن بشکوال: کتاب الصلۃ ج ۱ ص ۲۹۸۔ [۲] ایضاً ص ۲۹۸-۲۹۹۔ [۳] فکر ونظر (ماہنامہ) جنوری ۱۹۷۳ء ص ۳۱۴۔

بہت بڑا ہال تھا جس میں قطار اندر قطار الماریوں میں کتابیں لگی ہوئی تھیں۔ ان صاحب کے ذوقِ جمال اور کتابوں سے خصوصی شغف نے اس عمارت کو کافی جاذبِ نظر بنا دیا تھا۔ پتہ نہیں کسی خاص وجہ سے ابوالمطرف کو سبز رنگ بہت پسند تھا چنانچہ انھوں نے کتب خانے کی پوری عمارت اسی رنگ میں رنگ دی تھی۔ یہاں تک کہ دروازے، کھڑکیاں اور چھتیں بھی سبز کر دی گئی تھیں۔ علاوہ بریں کتب خانے کے اندر پڑا ہوا فرنیچر، پردے، گدے، تکیے اور فرش وغیرہ بھی اسی رنگ کے تھے۔ ابوالحسن علی بن عبداللہ النباہی نے اپنی کتاب تاریخ قضاۃ الاندلس میں ابوالمطرف کے اس کتب خانے کی عمارت کی تفصیل کچھ یوں لکھی ہے:

وكان بداره مجلس عجيب الصنعة، حسن الآلة، ملبس كله بالخضرة جدرانه وابوابه وسقفه وفرشه وستوره ونمارقه، وكل ذلك متشاكل الصفات. قد ملأه بدفاتر العلم ودواوين الكتب التي ينظر فيها ويخرج منها وبهذا المجلس كان انسته وخلوته[1]

کتب خانے کی عمارت کی تفصیل کا ان ادوار میں تراجم کی کتابوں میں وارد ہونا اس امر کی بین دلیل ہے کہ یہ اپنی نوعیت اور قدر و منزلت کے اعتبار سے اس مقام پر تھا کہ ابوالمطرف کے سوانح نگاروں نے اسے خاص طور سے بیان کیا جب کہ بڑے بڑے جید علماء کی زندگیوں کے حالات صرف چند سطور سے زیادہ نہیں لکھے گئے تھے۔ چہ جائیکہ کسی عمارت کے بارے میں کچھ لکھا گیا ہو۔ اس عمارت کی اہمیت اور توصیف میں جو کلمات کہے گئے ہیں اس قدر الفاظ تو بڑے بڑے شاہی کتب خانوں کی عمارتوں کو بھی میسر نہیں آئے۔

مسودات

اس زمانے میں کتاب کی نقل اور اس کا پھیلاؤ اس قدر آسان نہ تھا جس قدر آج کل کے چھاپہ خانے کے دور میں ہے۔ کتابوں کے اصل نسخوں کا حصول پھر ان کی نقلوں کی تیاری میں بہت سی دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کاغذ کا حصول تو بالکل ناممکن تھا۔ اگر کہیں ملتا تو مہنگا ملتا تھا اس لیے اس

---

[1] ابوالحسن علی بن عبداللہ النباہی: تاریخ قضاۃ الاندلس: ص ۸۸۔

دور کے حالات پڑھتے وقت ان مشکلات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ابوالمطرف جیسا کہ آپ نے اوپر دیکھا ہے ساری عمر کتابیں لکھنے اور دوسروں کی کتابیں نقل کرنے میں لگے رہے۔ ان کا خط بہت عمدہ تھا جو کچھ لکھتے اس کو باقاعدہ صحت کے ساتھ لکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نقل کردہ کتابیں صحیح ہونے کے اعتبار سے بہت عمدہ سمجھی جاتی تھیں۔

ان کے کتب خانے میں کتابیں صرف حدیث پر ہی نہ تھیں جس طرح کہ عام طور پر ہوتا تھا کہ اگر کوئی صاحب محدث ہوتے تو ان کے ہاں صرف علوم حدیث سے متعلق کتابیں ہوتیں اور اگر کوئی عالم ادیب ہوتا تو صرف شعر و ادب کی کتابیں ہوتیں مگر اس کے برعکس ابوالمطرف باوجود ساری عمر حدیث کی خدمت میں لگا رہا اسے پڑھاتا رہا نقل کرتا اور کرواتا رہا مگر اس میں عمیق نظر پیدا کرنے کی خاطر اس نے اس وقت کے مروجہ تقریباً تمام علوم کی کتابیں رکھی تھیں۔ یہ کتابیں صرف ان علوم کی بنیادی کتابوں پر مشتمل ہی نہ تھیں بلکہ اپنے فن اور مقدار کے اعتبار سے ابوالمطرف کا کتب خانہ اس وقت کے کتب خانوں سے گویا سبقت لے گیا تھا چنانچہ ان کے سوانح لکھنے والے سبھی حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ:

له مشاركة فى سائر العلوم وجمع من الكتب فى انواع العلم ما لم يجمعه احد من اهل عصره بالاندلس[1]۔

ان کی وہ عظیم عمارت ان کتابوں سے بھری ہوئی تھی۔ جیسا کہ النباہی اوپر بیان کیا ہے۔ قد ملأة بدفاتر العلم و دواوین الكتب۔

اس دور میں نادر اور مشاہیر اہل قلم کی تیار کردہ کتابیں جس کتب خانے میں پائی جاتی تھیں اس کے لیے ان کا وجود قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ لوگ ایسی کتابوں کے حصول کے لیے ہر دم کوشاں و سرگرداں رہتے تھے۔ چنانچہ ابوالمطرف کو جب کبھی اپنے مقرر کردہ آدمیوں کی معرفت یا کسی اور ذریعے سے علم ہوتا کہ فلاں عالم کے پاس کسی کتاب کا نادر نسخہ موجود ہے یا وہ بہت عمدہ لکھا ہوا ہے تو وہ پہلے تو اسے خریدنے کی سرتوڑ کوشش کرتے۔ کئی گناہ قیمت بڑھانا تو ان کی عام بات تھی۔ اس شخص کو منہ مانگے دام دینے پر رضامند ہو جایا کرتے تھے اور اگر کسی طور بھی وہ صاحب اس کتاب کو بیچنے پر راضی نہ ہوتے تو اس کو کسی

۱۔ ابن فرحون: كتاب الديباج المذهب: ط القاهرة، مطبعة السعادة ۱۳۲۹ھ

اور واسطے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے اگر پھر بھی وہ کامیاب نہ ہوتے تو کم از کم اس کتاب کی نقل حاصل کرنے یا دوسرے نسخوں سے اس کا مقابلہ کرنے کی اجازت ضرور حاصل کر لیتے تھے [۱]

کتب خانے میں نئی نئی اور نادر الوجود کتابوں کی نقول کے لیے کئی وراق ملازم رکھے ہوئے تھے۔ جو دن رات کام میں مشغول رہتے اور کتب خانے کی کتابوں میں اضافہ کرتے رہے۔

کتب خانے کا عملہ:

اس کتب خانے کو بنانے میں اوروں کے علاوہ سب سے زیادہ ہمت تو خود ابو المطرف نے صرف کی تھی کیونکہ اپنے ذوق کے مطابق وہ صاحب ساری عمر اسی کے لیے لکھتے اور لکھواتے رہے اس کے علاوہ ان کا دستور تھا کہ علماء کو علم حدیث لکھواتے یقیناً اس کے نسخے اپنے ہاں بھی محفوظ کرتے تھے۔ اس سب پر مستزاد یہ کہ ان صاحب نے کتب خانے میں کتابوں کی نقل کرنے کے لیے چھ وراق باقاعدہ ملازم رکھے ہوئے تھے۔ جنھیں حسب مراتب معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ تاکہ وہ اطمینان سے یک سو ہو کر کام کر سکیں اور عجلت کی وجہ سے جو اغلاط اور اسقام رہ جاتے ہیں ان کا خدشہ نہ رہے [۲]

کتب خانے کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے اس کے عملے کی طرف بھی دیکھا جاتا ہے اگر عمدہ قسم کے لوگ، عالم و فاضل اور کافی پڑھے لکھے ہوں تو وہ کتب خانے کی موجودات اور باقی امور میں علو مرتبت کی عمدہ دلیل ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابو المطرف خود اس کتب خانے میں کام کرتے تھے جن کے علم و فضل کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے علاوہ اس کتب خانے میں کام کرنے والوں میں سے سب کا علم تو نہیں ہو سکا۔ البتہ ایک صاحب کا پتہ چلتا ہے۔ انہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ باقی عملہ کس درجے کا ہوگا۔ یہ صاحب مشہور و معروف محدث ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ بن محمد بن معلی بن ابی ثور الحضری (۳۱۷-۳۹۶ ص) تھے۔

یہ عالم دراصل تھے تو بسطہ کے باشندے مگر قرطبہ میں آکر بس گئے تھے۔ یہاں آنے سے قبل مروجہ علوم میں درک حاصل کر لیا تھا۔ بڑے بڑے علماء سے کسب فیض کیا ان کے بارے میں ابن بشکوال لکھتے ہیں:

---

[۱] فکر و نظر (ماہنامہ) جنوری ۱۹۷۳ء ص ۷۱۵ [۲] ابن بشکوال کتاب الصلۃ ج ۱ ص ۲۹۹ - ابن فرحون، کتاب الدیباج المذہب ص ۵۰ فکر و نظر ماہنامہ جنوری ۱۹۷۳ء ص ۷۱۵۔

وکانت له عنایة کثیرة بسماع العلم وتقییره وروایة وکان رجلا
صالحًا ثقة وکان حسن الخط جید الضبط وکان ینسخ للقاضی الروایة
ابی المطرف بن نطیس کتبه ویقید مقاله[1]

جب پہلے پہل قرطبہ میں آئے تو درب بنی فطیس ہی میں سکونت پذیر ہوئے۔ اسی محلہ کی مسجد میں امام مقرر کر دیئے گئے اسی وجہ سے انہیں یہاں کے لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا۔ ابن فطیس نے ان سے علوم حدیث کا درس لیا ہے چنانچہ اپنی کتابوں میں جہاں وہ حدثنا الحضری کہتے ہیں وہاں اس سے ابوالمطرف کے یہ امام مراد ہوتے ہیں[2]۔

ان کا خط بہت عمدہ تھا۔ پوری صحت کے ساتھ کتابیں نقل کرتے تھے۔ ابوالمطرف کی تقاریر بھی ضبط تحریر میں لایا کرتے تھے اب اس کتب خانے میں یہ صاحب کتابوں کی فہرست بنانے اور خاص اوراہم کتابوں کی نقلیں تیار کرنے کا کام کرتے تھے[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالمطرف نے اپنے عملے میں کام کی تقسیم پورے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عملے کی لیاقت اور استعداد کے مطابق کر رکھی تھی۔

کتب خانے کی خدمات

چوتھی صدی ہجری میں یہ تصور کرنا کہ کسی شخص کا کتب خانہ عوام کے لیے آج کی طرح کافی ضرورتیں پوری کر رہا ہوگا۔ تو یہ خیال غیر مناسب ہے تاہم جو کام اس وقت کے وقف کتب خانے کرتے تھے تقریباً اس کے برابر خدمات یہ کتب خانہ سرانجام دے رہا تھا۔ چونکہ اس خاندان کے سبھی حضرات اس محلے میں مقیم تھے اجتماعی طور پر انھوں نے عوامی ضروریات کی جگہیں قائم کر رکھی تھیں۔ جن میں مساجد درس وتدریس کے لیے مدرسہ اور یہ کتب خانہ شامل تھا۔ اس لیے وہ اس کتب سے برابر استفادہ کیا کرتے تھے۔ یوں تو اس سے ابوالمطرف بہت فائدہ اٹھایا کرتے۔ اکثر اس میں بیٹھے رہتے اور مطالعہ میں مشغول رہتے مگر باہر سے آنے والے علماء اور طالب علم بھی اس سے برابر مستفید ہو رہے تھے۔

---

[1] ابن بشکوال ، کتاب الصلۃ ص ۴۵۶۔ [2] ابن بشکوال : کتاب الصلۃ ص ۴۵۷۔ [3] فکر ونظر (ماہنامہ) جنوری ۱۹۷۳ء ص ۴۱۵۔

اس عہد میں کتابوں کو مستعار دینے کا طریقہ عام تھا۔ وقف کتب خانوں میں تو کتابیں مستعار دی ہی جاتی تھیں بعض شخصی کتب خانوں میں بھی کتابیں دینے کو مستحسن سمجھا جاتا تھا مگر بعض اہم کتابیں محفوظ رکھی جاتی تھیں ابو المطرف کے پوتے ابو سلیمان ہمیں بتاتے ہیں:

ان القاضی جدہ کان لا یعیر کتابا من اصولہ البتہ[۱]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خاص اور اہم کتابیں جو اصول کا درجہ رکھتی تھیں انہیں تو وہ مستعار نہیں دیتے تھے البتہ دوسری کتابیں دے دیتے تھے ایسی کتابیں جن کے حصول میں کامیابی کے بعد انہیں ضیاع کے خدشے کے پیش نظر کسی کو مستعار دینے کی مطلق اجازت نہیں دیتے تھے۔ اسی طرح اصول کی کتابیں بھی حتی الامکان مستعار نہیں دیتے تھے۔ مگر ایسی کتابوں کے بارے میں بھی اگر کوئی صاحب بضد ہوتے اور انہیں مستعار لینے پر مجبور کرتے تو ابو المطرف اس کتاب کو کتب خانے کے عملے سے دوسرا نسخہ نقل کرواتے اور اصل سے باقاعدہ مقابلہ کروا کر اسے دے دیتے تاکہ اصل کتاب محفوظ رہے۔ کیونکہ انھیں اس امر کا تلخ تجربہ تھا کہ مستعار لینے والے اکثر بھول جاتے ہیں یا جان بوجھ کر کتابیں واپس نہیں لوٹاتے۔ اس بات سے یہ امر تو واضح ہوگیا کہ ابو المطرف کے کتب خانے سے کتابیں عوام کو مستعار تو دی جاتی تھیں مگر اہم اور خاص کتابوں کے اصل نسخے دینے کی بجائے نقل کروا دیتے تھے۔ اگر وہ صاحب مستعار لی ہوئی کتاب واپس کر دیتے تو فبہا ورنہ منقول نسخہ انہی صاحب کو عطا کر دیا جاتا تھا[۲]۔ ان کے اس حسن سلوک سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کتب خانوں میں قارئین کی سہولت کے لیے فوٹو گرافی یا نقول حاصل کرنے کے لیے دیگر جو خدمات آج کل سر انجام دی جاتی ہیں وہ اس وقت بھی ابو المطرف اپنے کتب خانے میں قارئین کے لیے مہیا کیے ہوئے تھے۔

کتب خانے کا انجام

عروس البلاد قرطبہ بارہا اجڑا اور بسا کتنے علمی خزینے برباد ہوتے رہے اور پھر بنتے رہے مگر بعض دفعہ ایسے حالات بھی پیش آئے کہ جو کتب خانے برباد ہوئے ان جیسے بعد کے ادوار میں قائم نہ ہو سکے سیاسی زیر و بم اور ملکی بے ثباتی نے اکثر کتب خانے ختم کیے ایسے حالات کی نذر ابو المطرف کا کتب خانہ

---

[۱] ابن بشکوال: کتاب الصلۃ ج ۱ ص ۲۹۹ [۲] ابن بشکوال: کتاب الصلۃ ج ۱ ص ۲۹۹۔

بھی ہوا تھا۔

پانچویں صدی کے بالکل ابتداء میں بربریوں نے جب اندلس میں طوائف الملوکی کو ختم کرنے کے لیے اقدام کیے تو ان ہنگاموں میں عوام کی بے چینی میں خاصا اضافہ ہوا۔ کیونکہ علمی و ثقافتی زندگی تقریباً معطل ہوگئی۔ چیزوں کی قیمتیں بے ہنگم طریقوں سے قائم ہونے لگیں۔ لوگ خوف کی بدولت گھروں میں محبوس رہنے لگے اور معاش کے ذرائع مسدود ہونے لگے تو اس صورت میں بنو فطیس کے حالات بھی پتلے ہوگئے۔ رمقِ حیات کو قائم رکھنے کے لیے ابو المطرف کی وفات ۴۰۲ ہجری کے بعد یہ علمی خاندان اپنے آباؤ اجداد کے اس بیش بہا ورثے کو بیچنے پر مجبور ہوگیا۔

جس جگہ ابو المطرف درس و تدریس کی مسند بچھایا کرتا تھا اور کتابیں لکھوانے کا کام کرتا تھا بالکل اسی مسجد میں یہ لاثانی ذخیرہ لاکر ڈھیر کر دیا جاتا اور قسط وار نیلامی کی صورت میں بکتا رہا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ ابو المطرف کی جمع کردہ کتابیں جید علماء کے ہاتھ سے تحریر کردہ تھیں۔ صحت اور ضبط تحریر کے اعتبار سے بہت اونچی تھیں۔ انھوں نے کئی کتابوں کے اصول جمع کر رکھے تھے۔ ایسے چنیدہ جواہر پارے خریدنے کے لیے تو ساری دنیا ٹوٹ پڑی ہوگی اور اسے کوڑیوں کے بھاؤ خریدنے کی خاطر کافی عجلت کا مظاہرہ کیا ہوگا۔ مگر اس عجلت کے باوجود یہ عظیم ذخیرہ ایک سال تک اس مسجد میں بکتا رہا اور قرطبہ کے تقریباً سبھی باشندے اس کی خریداری کے لیے آتے رہے۔ ابو المطرف کے پوتے ابو سلیمان نے اپنے چچے اور خاندان کے دیگر افراد کے واسطے سے ہمیں بتایا ہے:

ان اهل قرطبة اجتمعوا للبيع كتب جده هذا مدة عام كامل في مسجده في الفتنة في الغلاء وانه اجتمع فيها من الثمن اربعون الف دينار قاسمية[1]

اس بے چینی اور انتہائی سستے دور میں اس خاندان کو کتب خانے کے عوض چالیس ہزار سونے کے سکے (دینار ذہبیہ) حاصل ہوئے جو ابن فرحون کے اندازے کے مطابق اس وقت یہ رقم تین لاکھ دراہم کے برابر تھی[2]

۵[1] ابن بشکوال: کتاب الصلۃ ج ا ص ۲۹۹ - ابن فرحون: کتاب الدیباج المذہب ص ۸۸۔

۵[2] ابن فرحون: کتاب الدیباج المذہب ص ۸۸۔